استفتاء

ا۔ کیافرماتے ہیں مفتیان دین وشرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سابقہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر جو خود کو مسلمان کہلواتا تھااس نے قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ کو انسانوں کا بنایا ہوا قانون قرار دیااور اس کا استھزا کرتے ہوئے اسے کالا قانون بھی قرار دیا:(روزنامہ نوائے وقت 23نومبر 2010ء صفحہ ا)

پھراس قانون کے تحت مجاز عدالت سے سزاپانے والی ایک مجرمہ آسیہ مسیح کی سزا کے بارے میں یہ کلمات کہے کہ اسے دی جانے والی سزائے موت ایک سخت اور بڑی ظالمانہ سزاہے اور قائداعظم محمد علی جناح کے پاکستان میں ایسا قانون نہیں تھااور نہ اس قسم کی ظالمانہ سزاہو سکتی تھی۔

(دیکھیں:Asia Bibi Press Conference,http://www.salmaantaseer.com/main.aspx)

اس سے قبل اس نے واضح طور پر یہ اعلان کیا تھا کہ ملک مولویوں نے ٹھیکہ پر نہیں لیاہوا، جو ہر بات پر شور مچاتے ہیں۔ 1973 کے آئین پر قوم متفق ہے اور یہی آئین جمہوریت کی بقاہے۔ ناموس رسالت ﷺ کے قانون کو جلد ختم کر دیا جائے گااور میں اپنے اس موقف پر قائم ہوں۔(روزنامہ جناح، ہفتہ 19 ستمبر 2009ئ)

اس نے اپنے اس موقف کا اعادہ اس وقت بھی کیا جب ایک نجی ٹی وی سماء کی ایک اینکر نے اس سے گفتگو کرتے ہوئے سوال کیا کہ Blasphemy Law یعنی قانون توہین رسالت ﷺ بھی تو پارلیمنٹ نے منظور کیا تھا۔ اس نے جواباً یہ کہا کہ ہاں تو اب نئی اسمبلی آئی ہے 18ویں ترمیم بھی اسمبلی نے پاس کی ہے جو قانون پہلے سمجھتے تھے ٹھیک نہیں ہے ان میں ترمیم لانے میں کون سا برا کام ہے اس پر بیٹھ کر نظر ثانی کریں۔

(دیکھیں:Youtube: Salman Taseer on Blasphemy Law)

لہذا اس قانون کو کالا قانون قرار دینا اور اس کے خاتمے کے درپے ہو جانا اور اعلانیہ و بتکرار اس قانون کے خلاف ہرزہ سرائی کرنا اور تنقیص و تخفیف کرنا کیا از روئے شرع توہین رسالت ﷺ کے زمرے میں نہیں آتا؟ جبکہ اس طرز عمل کا صرف ایک ہی مقصد نظر آتا ہے کہ اہانت رسول کے مجرموں کو اس جرم کے ارتکاب پر شہ دی جائے اور حضور ﷺ کی ناموس کے معاملے کو ایک کھیل تماشہ بنادیا جائے۔

اسی طرح سلمان تاثیر کا توہین رسالت ﷺ کی ایک ایسی مجرمہ کے ساتھ اظہار ہمدردی کرنا جسے مذکورہ قانون کے تحت ملک کی مجاز عدالت طویل ٹرائل کے بعد سزائے موت کا حکم دے چکی ہو جبکہ ٹرائل سے قبل ایف آئی آر کے اندراج کے وقت اس معاملہ کی چھان بین اور تفتیش قواعد کے مطابق ضلعی سطح کے ایک پولیس آفیسر نے کی ہو۔ جس کے روبرو اس مجرمہ نے اعتراف جرم

بھی کیا ہو اور اس کے ہم مذہب مذہبی رہنماؤں نے بھی اسے مجرمہ قرار دیا ہو۔ ایسی مجرمہ کے ساتھ ہمدردی کے لیے اس کا اپنے خاندان کے لوگوں کے ساتھ اسے جیل میں جا کر ملنا، اسے سزا سے بچانے کی یقین دہانی کرانا، میڈیا کے لوگوں کو یہ کہہ کر مدعو کرنا کہ آج میں بہت بڑا دھماکا کرنے جا رہا ہوں اور پھر اس خاتون کو ساتھ بٹھا کر جیل ہی میں پریس کانفرنس کرنا اور قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ کو کالا قانون قرار دینا کیا اس کے گستاخ رسول ﷺ ہونے پر کاملاً دلالت نہیں کرتا اور کیا ایسا شخص از روئے شرع مباح الدم نہیں ہو جاتا؟

اس کی طرف سے قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے تحت ملنے والی سزائے موت کو ظالمانہ اور سخت سزا قرار دینا اور اس قانون کو ختم کروانے کا اعلان کرنا از روئے شرع کیسا فعل ہے؟ جبکہ یہ قانون کتاب وسنت کی صریح نصوص پر مبنی ہے اور وفاقی شرعی عدالت اسے کتاب وسنت کے عین مطابق قرار دیکر اسے بطور حد نافذ کرنے کا فیصلہ دے چکی ہے اور اسی فیصلہ کی رو سے یہ قانون ملک کا رائج اور نافذ العمل قانون ہے اور اس کے تحت ملنے والی سزا کو کتاب وسنت کی موافقت میں اسی قانون کی رو سے حد کا درجہ بھی دیا گیا ہے اس کی طرف سے حدود الٰہی کو ظالمانہ سزا قرار دینا کیا کتاب وسنت اور حدود الٰہی کے انکار کے مترادف نہیں ہے اور کیا از روئے شرع اس کے صریح کفر پر دلالت نہیں کرتا؟ اور ایسے کفر صریح کے مرتکب کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

کیا اس کے درج ذیل اقوال وافعال بھی اسی امر پر دلالت نہیں کرتے کہ وہ صریح کفر کا مرتکب ہوا ہے؟ وہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی شق کے خلاف تھا۔ اس کی بیٹی شہر بانو تاثیر نے انڈیا کے ایک نجی ٹی وی N.D TV چینل کے پروگرام THE BUCK STOPS HERE میں انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ میرے والد احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی شق کے خلاف تھے۔

(دیکھیں: Jan 2011 Jang News11)

جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ احمدیوں کو کافر نہیں سمجھتا تھا بلکہ ان کو کافر اور اقلیت قرار دینے والی آئینی دفعہ کو بھی ختم کروانا چاہتا تھا اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ عقیدۂ ختم نبوت کو بھی نہیں مانتا تھا۔ اسی طرح اس کے بیٹے آتش تاثیر نے اپنی کتاب میں اس کی نجی زندگی کے بعض اہم پہلوؤں کو بے نقاب کرتے ہوئے لکھا ہے:

میرا باپ جو ہر رات شراب (سکاچ) پیا کرتا تھا اس نے کبھی بھی نہ تو روزہ رکھا اور نہ ہی نماز ادا کی حتی کہ وہ خنزیر کھاتا تھا اور ایک دفعہ اس نے بتایا کہ صرف ایک ہی مرتبہ ایسا ہوا وہ بھی جب میں جیل میں تھا اور مجھے پڑھنے کے لیے صرف قرآن ہی دیا گیا تو میں نے اسے پیچھے سے لیکر آگے تک کئی بار پڑھا اور میں نے یہی محسوس کیا کہ اس میں میرے لیے کچھ بھی نہیں تھا

(دیکھیں: Stranger to History by Aatish Taseer Page No:21-22)

جبکہ اس کے یہ جملے صرف اللہ کی کتاب کی صریح تنقیص واستخفاف ہی کو ظاہر نہیں کرتے بلکہ ان سے اللہ کی کتاب کا انکار بھی لازم آتا ہے۔

۲۔ ممتاز حسین قادری نے اس کو از خود اقدام کرتے ہوئے اس لیے قتل کر دیا کہ وہ گستاخ رسول ﷺ اور مباح الدم تھا۔ ممتاز حسین قادری کے پیش نظر اس کے گستاخ رسول ﷺ اور مباح الدم ہونے پر علمائے کرام کے فتوے بھی تھے اور وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ یہ ایک بااثر شخص ہے اور پنجاب کا آئینی سربراہ ہونے کے ناطے اسے آئین پاکستان کی رو سے یہ استثنیٰ حاصل ہے کہ اس عہدے کی مدت کے دوران اس کے خلاف کوئی فوجداری یا سول مقدمہ درج نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ ممتاز حسین قادری نے اپنی غیرت ایمانی کا تقاضہ سمجھتے ہوئے اسے قتل کر دیا۔

ممتاز حسین قادری کا اس طرح قانون کو ہاتھ میں لے کر ایک شاتم رسول ملحد اور زندیق کو جہنم واصل کرنا از روئے شرع کیسا فعل ہے؟ کیا ممتاز حسین قادری کو اسلام کے قانون قصاص ودیت کے تحت کوئی سزا دی جا سکتی ہے یا تعزیری طور پر بھی وہ از روئے شرع کسی سزا کا مستوجب ہے؟ بینوا توجروا

سائل: محمد محبوب الرسول قادری

اسلامک میڈیا۔۔۔دربار مارکیٹ لاہور

9429027-0321/0300

E-mail: mahboobqadri787@gmail.com

جواب

منہ الصدق والصواب

1۔ جو واقعات اور شواہد سائل نے سلمان تاثیر کے حوالے سے ہمارے سامنے رکھے ہیں۔ ان سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ سابقہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے تحفظ ناموس رسالت کے ضامن قانون کو جو کہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کی رو سے ملک میں حداً نافذ ہے۔ کالا قانون کہہ کر اور اس قانون کے تحت مجاز عدالت سے سزا یافتہ مجرمہ کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کر کے اور اس کی سزا کو ظالمانہ اور سخت سزا کہہ کر پھر اس قانون کو ختم کرانے کے عزم کا اظہار کر کے اور اس سابہ مشرکہ کی سزا کو ہر حال میں معاف کرانے کا

اعلان کر کے توہین و تنقیص رسول ﷺ کا ارتکاب کیا۔ جس کی بنا پر وہ مباح الدم ہو گیا تھا اور اس کی جان و مال کی حرمت ختم ہو گئی تھی۔ اگرچہ ایسے بدبخت کے ساتھ نمٹنے کیلئے ملک میں قانون موجود ہے لیکن چونکہ اسے آئین پاکستان کی رو سے استثنیٰ حاصل تھا اور اس کے خلاف فوجداری مقدمہ قائم نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی ناممکن ہو گئی۔ بعض حضرات نے اتمام حجت کے لیے تھانہ سول لائینز میں مقدمہ درج کرانے کی کوشش بھی کی لیکن مذکورہ دستوری استثنیٰ ان کی راہ میں حائل ہو گیا۔

اندریں صورت حکومت کی ذمہ داری تھی کہ وہ اسے اس کے منصب سے الگ کر دیتی تاکہ اس کے خلاف حسب قانون کارروائی کی جاسکتی لیکن حکومت اس مسئلے پر خاموش تماشائی بنی رہی۔ جس کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے سلمان تاثیر اپنے باطل موقف پر ڈٹا رہا اور شرعی فتووں کا استخفاف بھی کرتا رہا جو کہ فی نفسہ وجوہ کفر میں سے ہے۔ اس نے ملک میں رائج شرعی قانون کے تحت مجاز عدالت کی طرف سے سزایافتہ مجرمہ کو بے گناہ قرار دے کر اور اس کا معاملہ قانونی حدود کے اندر رہتے ہوئے بالائی عدالتوں میں لے جانے کا راستہ ترک کر کے پوری قوم کو قانون شکنی کا پیغام دیا۔ کتاب و سنت کی تصریحات کی روشنی میں گستاخی رسالتمآب کا مرتکب واجب القتل ہے۔ پوری امت اس کے وجوب قتل پر متفق ہے۔

2۔ اس کے علاوہ اس کا شرعی حد کو ظالمانہ کہنا اور اس کا استہزاء کرنا توہین شریعت ہے جس سے کفر لازم آتا ہے۔ سائل ہی کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق اس کا اپنی بیٹی کی گواہی کی رو سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی شق کے مخالف ہونا اور اس آئینی شق کو ختم کرانے کا عزم رکھنا اس کے کفر صریح کی دلیل ہے کیونکہ عقیدۂ ختم نبوت کتاب و سنت کی نصوص اور فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق ضروریات دین میں سے ہے۔ جس کے انکار سے منکر پر صریح کفر لازم آتا ہے اسی طرح اس کا قادیانیوں اور آسیہ مسیح کے کفر و شتم پر راضی ہونا رضا بالکفر ہے۔ کتاب و سنت کی نصوص اور فقہاء کی تصریحات کے مطابق رضا بالکفر کا مرتکب خود بھی کافر ہو جاتا ہے لہذا ان وجوہ کفر کی بنا پر بھی وہ مرتد اور مباح الدم ہو چکا تھا۔ اس سے توبہ کا مطالبہ بھی کیا گیا لیکن وہ اپنے کفر و ارتداد پر ڈٹا رہا۔

3۔ غازی ممتاز حسین قادری جو کہ اس کی حفاظت پر مامور تھے انہوں نے مذکورہ بالا حالات میں حضور ﷺ کی ناموس کے اس دشمن کو قتل کر دیا۔ حضور ﷺ کے واضح ارشادات کے مطابق ایسے شاتم کا خون باطل اور رائیگاں ہے اگر کوئی مسلمان اسے قاضی یا امام سے سبقت لے کر بھی قتل کر دیتا ہے تو اس پر کوئی قصاص یا دیت نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اس معاملے کو خصوصی اہمیت دی ہے اور اسے ایک استثنائی معاملہ قرار دیا ہے۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک بھی مرتد کو ماورائے عدالت قتل کرنے والے مسلمان پر کوئی قصاص یا دیت نہیں ہے۔

لہذا دہشت گردی کی عدالت کی طرف سے غازی ممتاز حسین قادری کو ملنے والی سزائے موت کتاب و سنت کی رو سے سر اسر غلط ہے کیونکہ اس سزا کے نافذ ہونے کی صورت میں مرتد کے عوض مسلمان کا قتل لازم آئے گا۔ جس کی شریعت اسلامیہ ہر گز اجازت نہیں دیتی۔ غازی ممتاز حسین قادری کے بارے میں دہشت گردی کی عدالت کے جج کے فیصلے سے بھی ہمارے اس موقف کی تائید

ہوتی ہے جس میں اس نے تسلیم کیا ہے کہ غازی ممتاز حسین قادری نے جو کیا وہ اسلامی لحاظ سے درست ہے یعنی سلمان تاثیر نے توہین رسالت ہی کی تھی اور اس کی سزا بھی یہی ہے تاہم اس نے انہیں دوسرے ملکی قوانین کے تحت سزا دی ہے آپ کے تمام سوالات کا مختصر جواب یہی ہے۔ البتہ ہم نے اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر مدلل اور مفصل جواب بھی لکھ دیا ہے۔

تفصیلی جواب

سائل نے استفتاء میں سابقہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے حوالے سے درج ذیل نکات اُٹھائے ہیں:

۱۔ اس نے ایک شاتمہ کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا، اسے ماورائے عدالت اس کی سزا معاف کرانے کی یقین دہانی کرائی اور قانون تحفظ ناموس رسالت کو کالا قانون قرار دے کر اسے ختم کرانے کا عزم ظاہر کیا۔ کیا وہ ان اقدامات کی بنا پر گستاخی ءرسول کا مرتکب ہوا تھا اور ایسا شخص جو مسلمان کہلاتا ہو اور گستاخی ءرسول کا ارتکاب کرے اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

۲۔ اس نے قانون تحفظ ناموس رسالت کو کالا قانون قرار دیا اور اس کے تحت مجاز عدالت سے سزا پانے والی مجرمہ کی سزا کو سخت اور بڑی ظالم سزا قرار دیا۔ حالانکہ یہ قانون وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے مطابق شرعی حد کے طور پر نافذ ہے۔ اس کی طرف سے حدود الٰہی کو ظالمانہ قرار دینا از روئے شرع کیسا ہے؟

۳۔ اس کی بیٹی کی گواہی کے مطابق سلمان تاثیر احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی شق کے خلاف تھا اور وہ اس آئینی شق کو ختم بھی کرانا چاہتا تھا۔ کیا اس سے عقیدۂ ختم نبوت کا انکار لازم نہیں آتا؟ اس عقیدے کا انکار کرنے والے کا شرعی حکم کیا ہے؟

۴۔ اس کے بیٹے آتش تاثیر کی گواہی کے مطابق وہ شرابی تھا اور خنزیر کا گوشت کھاتا تھا نماز، روزہ کے قریب نہیں جاتا تھا اور قرآن حکیم کے بارے میں شک اور استخفاف کے جملے بولتا تھا۔ ایسے شخص کا از روئے شرع کیا معاملہ ہے؟

۵۔ ممتاز حسین قادری نے علمائے کرام کے فتووں کی روشنی میں از خود اقدام کرتے ہوئے سلمان تاثیر کو گستاخ رسول اور مباح الدم سمجھتے ہوئے قتل کر دیا۔ ممتاز حسین قادری کا یہ اقدام از روئے شرع کیسا ہے؟ اور کیا اسے اس اقدام پر قصاص یا تعزیر کے طور پر کوئی سزا دی جاسکتی ہے یا اس سے دیت وصول کی جاسکتی ہے؟

استفتاء میں پوچھے گئے مذکورہ نکات و سوالات کا جواب حسب ذیل ہے:

پہلے سوال کا جواب: سلمان تاثیر کا تحفظ ناموس رسالت ایکٹ کو کالا قانون کہنا اور اس قانون کے تحت مجاز عدالت سے سزا پانے والی مجرمہ کی سزا کو سخت اور ظالمانہ کہنا، شاتمہ کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہوئے اپنی آئینی اور منصبی حدود کو پامال کرنا اور اس قانون کو ختم کرانے کا برملا اظہار کرنا صریحاً اہانت رسول ہے۔ حضور ﷺ کی شاتمہ سے اظہار ہمدردی کرنا، ملک کے عدالتی نظام پر عدم اعتماد

کرتے ہوئے شاتمہ کی سزا کو معاف کرانے کے لیے کوشاں ہونا سلمان تاثیر کے ایسے اقدامات ہیں جن سے وہ حضور ﷺ کی بے ادبی اور توہین کا مرتکب ہوا۔ لہذا اس سے توہین رسالت کا ارتکاب بلاشک وشبہ قطعی طور پر ثابت ہے۔

قرآن حکیم میں تو یہود و نصاریٰ کو دوست بنانے اور ان سے موالات سے روکا گیا ہے اور اہل اسلام کے بارے میں یہ وعید وارد ہوئی ہے کہ اگر وہ ان سے موالات رکھتے ہیں تو وہ انہی میں سے ہیں۔

ا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔

اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بے شک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔ (المائدۃ: ۵۱)

فانہ منھم، کے الفاظ اس امر کو واضح کر رہے ہیں کہ کافر کے ساتھ موالات کرنے والا بھی کفار ہی میں سے ہو جاتا ہے۔ متقدمین احناف میں سے امام ابو بکر جصاص حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی مذکورہ آیت مبارکہ کے تحت لکھا ہے:

لو ارادالمسلمین لکانوا اذاتولوا الکفار صاروا مرتدین۔ اگر یہ آیت مسلمانوں کو مخاطب کرتی ہے تو مسلمان کفار کا ساتھ دینے کے سبب مرتد ہو جاتے ہیں. (احکام القرآن للجصاص: ۵۵۵/۲)

شیخ ابن حزم نے بھی اس آیت مبارکہ کے تحت لکھا ہے:

وصح ان قول اللہ تعالیٰ ومن یتولھم منکم فانہ منھم انما ھو علی ظاھرہ، بانہ من جملۃ الکفار فقط، وھذا حق لا یختلف فیہ اثنان من المسلمین۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ومن یتولھم منکم فانہ منھم کو اس کے ظاہر پر رکھنا ہی صحیح و درست ہے کہ اس کا شمار بھی انہی تمام کافروں میں سے ہوگا۔ یہ ایک ایسی حق بات ہے کہ کوئی بھی دو مسلمان اس کے بارے میں اختلاف نہیں رکھتے۔

(المحلیٰ: ۱۳۸/۱۱)

یہ بات بے حد قابل غور ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے کئی ارشادات میں اپنے شاتم کو اپنا دشمن قرار دیا اور امت سے اس کے ساتھ نمٹنے کا مطالبہ کیا۔ ایک ارشاد رسالتمآب ﷺ ملاحظہ ہو:

ایک شخص جو حضور ﷺ کو بُرا بھلا کہتا تھا، اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: **مَن یَکْفِینِی عَدُوِّیْ؟ فَقَالَ خَالِد أَنَا فَبَعَثَهُ النَّبِیُّ ﷺ فَقَتَلَه**۔ کون ہے جو میرے دشمن کو کفایت کرے؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا میں حاضر ہوں۔ حضور ﷺ نے انہیں بھیجا اور انہوں نے اس شخص کو قتل کر دیا۔ (الشفاء تعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ: ۱۹۵/۲)

اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں نصوص صریحہ کے ذریعے ایسے لوگوں سے موالات سے منع فرمادیا ہے جو اللہ اور اہل ایمان کے دشمن ہیں۔

۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ (الممتحنۃ: ۱)

قرآن حکیم میں ایک اور مقام پر رب العزت نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع فرماتے ہوئے یہاں تک تنبیہ فرمائی ہے کہ ایسے بدبختوں کے ساتھ دوستی مت رکھو خواہ یہ تمہارے ماں باپ، اولاد، بہن بھائی یا قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں۔

۳۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ۔

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔ (المجادلۃ: ۲۲)

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

الاعداء ثلثة عدوک و عدو صدیقک و صدیق عدوک۔

دشمن تین ہیں ایک خود تیرا دشمن، دوسرا تیرے دوست کا دشمن، تیسرا تیرے دشمن کا دوست۔

(نہج البلاغۃ مع شرح ابن ابی الحدید، الجزء التاسع عشر، دار احیاء التراث العربی بیروت: ۳۸۴/۴)

لہذا قرآن حکیم کی مذکورہ بالا آیات اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اس تصریح کے مطابق ایک ایسی شاتمہ جو اپنے جرم کا اعتراف کر چکی ہے اور اسے مجاز عدالت کی طرف سے سزا سنادی گئی ہے اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنا دراصل حضور ﷺ کی دشمن کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنا ہے جو دراصل حضور ﷺ کی توہین و تنقیص ہی کی ایک صورت ہے۔

اسی طرح اس کا ملک میں رائج قانون کے تحت مجاز عدالت سے ملنے والی سزا کو ظالمانہ اور سخت کہنا اور ایک شاتمہ ملعونہ کی سزا معاف کرانے کے لیے اپنی منصبی ذمہ داریوں تک کو بالائے طاق رکھتے ہوئے عدالتی نظام سے بالاتر ہو کر کوشش کرنا اور تحفظ ناموس رسالت کے ضامن قانون کے درپے ہو جانا اور اسے ختم کرانے کا برملا اظہار کرنا، سلمان تاثیر کے وہ جرائم ہیں جن سے اس کا شاتم رسول ہونا اظہر من الشمس ہے۔

پھر سلمان تاثیر کا شتم رسالتمآب کے جرم میں سزا یافتہ مجرمہ کیساتھ اظہار ہمدردی کرنا، اسے اپنے پہلو میں بٹھا کر تحفظ ناموس رسالت ایکٹ کو کالا قانون کہنا اور اس قانون کے تحت اسے ملک کی مجاز عدالت سے ملنے والی سزا کو سخت اور بڑی ظالم سزا کہنا اہانت رسول ﷺ کے علاوہ صریحاً کفر بھی ہے کیونکہ یہ کلمات ادا کر کے سلمان تاثیر اس شاتمہ کے کفر پر راضی ہوا اور کفر پر راضی ہونا کفر ہے اور جب کوئی کافر حضور ﷺ کی توہین کرتا ہے تو اس کے کفر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ۔

بے شک وہ جو ایمان لا کر کافر ہوئے پھر اور کفر میں بڑھے ان کی توبہ ہر گز قبول نہ ہو گی اور وہی ہیں بہکے ہوئے۔ (آل عمران: ۹)

اس آیت کے تحت امام المفسرین فخر الدین رازی نے پہلا مسئلہ یہ بیان کیا ہے کہ کس چیز سے ان کے کفر میں اضافہ ہوا، فرماتے ہیں کہ اس بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ اسلام کو چھوڑ دینے والا مرتد ہے کہ وہ کفر پر اصرار کرتا ہے ایک کفر کے ساتھ دوسرے کفر کو ملا لیتا ہے۔ پھر انہوں نے اس دوسری صورت کے حوالے سے اہل تفسیر کے چار اقوال نقل کیے ہیں جن میں پہلا قول یہ ہے:

ان اهل الکتاب کانوا مؤمنین بمحمد علیه الصلاة قبل مبعثه، ثم کفروا به عند المبعث، ثم ازدادوا کفراً بسبب طعنهم فیه کل وقت، و نقضهم میثاقه، و فتنتهم للمؤمنین، و انکارهم لکل معجزة تظهر۔

اہل کتاب، بعثت سے پہلے سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لانے والے تھے اور بعثت کے وقت انہوں نے آپ کے ساتھ کفر کیا اور پھر ہر وقت آپ ﷺ کو طعن کرنا، اور آپ ﷺ سے نقض میثاق کرنا، اہل ایمان کو پریشان کرنا اور ہر معجزہ کا انکار کرنا اس کفر میں اضافہ کے اسباب تھے (تفسیر کبیر: ۲۸۶/۸)

اہل تفسیر کے اس قول سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ پر طعن کرنا کفر میں اضافہ کا سبب ہے۔

چنانچہ شاتمہ آسیہ مسیح پہلے بھی کافر تھی اور شتم رسالتمآب کی وجہ سے اس کے کفر میں اضافہ ہو گیا تھا سلمان تاثیر کا اس سابہ مشرکہ کے ساتھ اظہار ہمدردی کرنا، اسے معصوم قرار دینا اور اس کے ساتھ بیٹھ کر اسلامی قانون کے خلاف ہرزہ سرائی کرنا اس کے کفر صریح پر دلالت کرتا ہے۔

امام قرطبیؒ ارشاد الٰہی (وقد نزل علیکم فی الکتاب۔۔۔۔۔ سورۃ النسا، آیت: 104) کے تحت فرماتے ہیں:

(انکم اذا مثلھم) فدل بھذا علی وجوب اجتناب أصحاب المعاصی اذا ظھر منھم منکر لان من لم یجتنبھم فقد رضی فعلھم و الرضا بالکفر کفر۔ الفاظ (انکم اذا مثلکم) یہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جب گناہ گار لوگوں سے برائی کا صدور ہو تو ان کی صحبت سے اجتناب کیا جائے کیونکہ جو ان کی صحبت سے اجتناب نہ کرے تو وہ ان کے فعل پر راضی ہو جاتا ہے اور کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے۔
(الجامع لاحکام القرآن: ۴۱۸/۵)

اس آیت کے بارے میں امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

قال اھل العلم: ھذا یدل علی ان من رضی بالکفر فھو کافر و من رضی بمنکر یراہ و خالط أھلہ و ان لم یباشر کان فی الاثم بمنزلۃ المباشر بدلیل انہ تعالیٰ ذکر لفظ المثل ھنا (التفسیر الکبیر ۴۱۵/۵)

اہل علم فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو کفر پر راضی ہو وہ کافر ہو جائے گا۔ جو کسی برائی کو دیکھتے ہوئے اس پر راضی رہے اور اہل معصیت کے ساتھ مل جائے چاہے وہ گناہ کرے یا نہ کرے وہ گناہ میں ایسا ہی شامل ہو گا جیسے اس نے گناہ کیا ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں کلمہ ''مثل'' ارشاد فرمایا ہے

۴۔ ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَکُمْ وَاِخْوَانَکُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْکُفْرَ عَلَی الْاِیْمَانِ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ

اے ایمان والو! نہ بنالو اپنے (ماں) باپ اور (بہن) بھائیوں کو دلی دوست اگر وہ پسند کریں کفر کو ایمان پر، اور تم میں سے جو انہیں دوست بناتا ہے تو وہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔ (التوبۃ: ۲۳)

۵۔ پھر ایک مقام پر قرآن حکیم میں ایسے ظالموں سے ادنی میلان رکھنے سے بھی منع فرما دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار

اور نہ جھکو ان کی طرف جنہوں نے ظلم کیا ورنہ تمہیں بھی دوزخ کی آگ چھوئے گی۔(ھود:۱۱۳)

امام آلوسی بغدادی رحمہ اللہ تعالی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ای لاتمیلوا الیھم ادنی میل۔۔۔۔۔ان رجلا قال لسفیان:انی اخیط للظلمۃ فھل اعد من اعوانھم،فقال لہ:لا انت منھم و الذی یبیعک الابرۃ من اعوانھم

یعنی ان کی طرف ذرا سے میلان کا بھی اظہار نہ کرو۔۔۔ایک آدمی نے حضرت سفیان سے پوچھا کہ میں ظالموں کے کپڑے سیتا ہوں تو کیا میں ان کے مددگاروں میں سے ہوں؟آپ نے فرمایا:تم انہیں میں سے ہو بلکہ جو تمہیں سوئی بھی بیچتا ہے وہ بھی ان کے مددگاروں میں سے ہے۔

(روح المعانی:۴۸۰/۱۲)

امام ابو حیان اندلسی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

و سئل سفیان عن ظالم اشرف علی الھلاک فی بریۃ ھل یسقی شربۃ ماء؟فقال لا،فقیل لہ:یموت،فقال:دعہ یموت

حضرت سفیان سے ظالم کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ بیابان میں مرنے کے قریب ہے کیا اسے پانی کا ایک گھونٹ پلایا جائے گا۔فرمایا :نہیں،کہا وہ مر جائے گا؟فرمایا:اس کو چھوڑ دو تاکہ وہ مر جائے۔(تفسیر البحر المحیط:۲۶۹/۵)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

الرضا بالکفر کفر

کفر کے ساتھ راضی ہونا کفر ہے(الفتاویٰ قاضی خان:۴۶۷/۲)

محیط برہانی میں اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے:

و قد عثرنا علی روایۃ ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ان الرضا بکفر الغیر کفر من غیر تفصیل

ہم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کی اس روایت سے مطلع ہیں کہ کسی دوسرے کے کفر پر راضی ہونا بغیر کسی تفصیل کے کفر ہے۔

(المحیط البرھانی:۳۹۹/۷)

درج بالا سطور سے یہ بات پایہء ثبوت کو پہنچ گئی کہ حضور ﷺ کی توہین اور آسیہ مسیح کے کفر پر راضی ہونے دونوں وجوہ کی بنا پر سلمان تاثیر کافر اور اسلام سے خارج ہو چکا تھا۔

شریعت اسلامیہ کی رو سے حضور ﷺ کی گستاخی کرنے والا واجب القتل ہے اور اس کے وجوب قتل پر پوری امت متفق ہے، مذاہب اربعہ کے جمہور فقہا کا موقف یہ ہے کہ مسلمان گستاخ کو حداً قتل کیا جائے گا جبکہ بعض اہل علم اس پر مرتد عام کا حکم لگاتے ہیں اور وہ اس کی توبہ کے قائل ہیں لیکن فقہاء کے اس اختلاف کا زیر غور مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ سلمان تاثیر تادم قتل توبہ کی توفیق سے محروم رہا اگرچہ کفریہ اور اہانت آمیز کلمات ادا کرنے پر اس سے ذرائع ابلاغ کے ذریعے توبہ کا مطالبہ بھی کیا گیا تھا۔ اس ضمن میں کتاب وسنت اور فقہا کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا

بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (الاحزاب: ۵۷)

۲۔ پھر سورۃ الاحزاب کی اگلی آیات میں ایسے بدبختوں کو ملعون قرار دیا گیا اور ان کے بارے میں یہ حکم دیا گیا۔

مَّلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا۔ سُنَّۃَ اللّٰہِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا

پھٹکارے ہوئے جہاں کہیں ملیں پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کیے جائیں، یہ اللہ کا دستور چلا آتا ہے ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے اور تم اللہ کا دستور ہر گز بدلتا نہ پاؤ گے۔ (الاحزاب: ۶۲،۶۱)

یہ آیات شاتم کے وجوب قتل پر نصوص صریحہ ہیں۔

اسی ایذا رسانی کی بنیاد پر حضور ﷺ نے کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا جو آپ ﷺ کی شان میں ہجو یہ اشعار کہتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کعب بن اشرف سے کون نمٹے گا؟

فانہ قد اذی اللہ و رسولہ (صلی اللہ علیہ و الہ وسلم) فقال محمد بن مسلمۃ یا رسول اللہ ﷺ أتحب ان اقتلہ؟ قال: نعم۔

کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچائی ہے سو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں (صحیح مسلم: کتاب الجہاد، باب قتل کعب بن الاشرف طاغوت الیھود)

ایک اور ارشاد نبوی ﷺ ہے:

من سبّ الانبیاء قتل و من سبّ اصحابی جلد (المعجم الصغیر رقم الحدیث: ٦٦٠)

جس نے کسی نبی کو (نعوذ باللہ) گالی دی اسے قتل کیا جائے گا اور جس نے میرے صحابہ رضی اللہ عنھم کو (نعوذ باللہ) گالی دی اس کو کوڑے مارے جائیں۔

شاتم رسول کے وجوب قتل پر پوری امت کا اجماع ہے۔ امام ابن منذر رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

و اجمعوا علی ان من سبّ النبی ﷺ ان له القتل (الاجماع: ٦٧)

تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کی (نعوذ باللہ) گستاخی کی اس کی سزا قتل ہے۔

معروف حنفی فقیہ ابو بکر جصاص رحمہ اللہ تعالی (ت ۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

و لا خلاف بین المسلمین أن من قصد النبی ﷺ بذلک فهو ممن ینتحل الاسلام انه مرتد یستحق القتل

تمام مسلمان اس پر متفق ہیں کہ جس شخص نے نبی کریم ﷺ کی اہانت اور ایذا رسانی کا قصد کیا اگرچہ وہ مسلمان کہلاتا ہو تو بھی وہ مرتد اور مستحق قتل ہے۔ (احکام القرآن: ۱۱۲/۳)

امام شامی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ مرتد گستاخ رسول کے قبل از توبہ قتل کیے جانے پر تمام امت کا اجماع ہے:

و الحاصل انه لا شک و لا شبهة فی کفر شاتم النبی و فی استباحة قتله و هو المنقول عن الائمة الأربعة

اور خلاصہ یہ ہے کہ شاتم رسول کے کفر اور اس کے مباح الدم ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور یہی ائمہ اربعہ سے منقول ہے۔

(ردالمختار: ۳۷۸/٦)

عام مرتد جس سے گستاخیء رسول کا صدور نہ ہوا ہو اس کو بھی کفر و ارتداد اختیار کرنے پر قتل کیا جائے گا۔

حضرت عکرمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس "زنادقہ" کو لایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو جلا دیا۔ یہ خبر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا:

لو کنت انا لم احرقهم لنهی رسول اللہ ﷺ لا تعذبوا بعذاب اللہ و لقتلتهم لقول رسول اللہ ﷺ: من بدل دینه فاقتلوه۔

(صحیح البخاری: باب، حکم المرتد)

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جگہ میں ہوتا تو میں ان کو نبی کریم ﷺ کے منع فرمانے کی وجہ سے نہ جلاتا کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: اللہ کے عذاب سے تکلیف نہ دو، اور ان کو ضرور قتل کر دیتا نبی ﷺ کے قول مبارک کی وجہ سے، آپ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے اپنا دین تبدیل کیا تو اس کو قتل کر دو۔

قاضی ملا خسرو حنفی رحمہ اللہ تعالی نے مرتد کی سزا قتل ہونے پر صحابہ کا اجماع نقل کیا ہے:

وکذا الصحابۃ رضوان اللہ علیہم اجمعوا علیہ فی زمن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور مبارک میں مرتد کو قتل کرنے پر اجماع کیا۔ (الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام: ۱/۳۰۱)

سلمان تاثیر کے ان کفریہ کلمات پر ذرائع ابلاغ کے ذریعے کئی علماء نے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا لیکن وہ اپنے کفر پر مصر رہا بلکہ الٹا اعلانیہ علمائے کرام کے شرعی فتووں کا استخفاف کرتا رہا جو کہ فی نفسہ وجوہ کفر میں سے ہے اور یہاں تک بھی کہتا رہا کہ میں علماء کے فتووں کو جوتی کی نوک پر رکھتا ہوں۔ جس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ وہ تادم قتل توبہ کی توفیق سے محروم رہا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ احناف کے نزدیک مرتد سے توبہ کا مطالبہ کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اگر مرتد کو توبہ کا مطالبہ کیے بغیر بھی قتل کر دیا جائے تو وہ جائز ہے جبکہ سلمان تاثیر سے تو کئی علماء نے ذرائع ابلاغ کے ذریعے توبہ کا مطالبہ بھی کیا تھا لیکن وہ اپنے کفر پر مصر رہا۔

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

الا ان العرض علی ما قالوا غیر واجب لان الدعوۃ بلغتہ۔ (الھدایۃ ۲/۵۸۴)

مرتد پر اسلام پیش کرنا مشائخ کے قول کے مطابق واجب نہیں کیونکہ اسے دعوت پہنچ چکی ہے۔

دوسرے سوال کا جواب:

سابقہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر کا قانون تحفظ ناموس رسالت کو کالا قانون قرار دینا اور اس قانون کے تحت سزا پانے والی ایک ملزمہ کی سزا کو ایک سخت اور بڑی ظالم سزا کہنا، اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اس نے ایک ایسے قانون کا استخفاف و توہین اور استہزاء کیا ہے جسے وفاقی شرعی عدالت بطور حد نافذ کرنے کا حکم سنا چکی ہے۔ وفاقی شرعی عدالت میں جب اس قانون میں ترمیم کی درخواست زیر سماعت تھی تو تقریباً تمام مکاتب فکر کے جید علمائے کرام نے عدالت کی معاونت کرتے ہوئے کتاب و سنت کے دلائل سے یہ ثابت کیا کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے اور اس پر پوری اُمت متفق ہے۔ انہی شرعی دلائل کی روشنی میں وفاقی شرعی عدالت نے گستاخ رسول

کو سزائے موت کا مستوجب قرار دیتے ہوئے اس سزا کو بطور حد نافذ کرنے کا حکم سنایا۔ وفاقی شرعی عدالت کا یہ فیصلہ کتاب وسنت کے عین مطابق ہے۔ تمام فقہی مذاہب بھی اس پر متفق ہیں کہ شاتم رسول کو حداً قتل کیا جائے گا۔ جمہور فقہاء اسے گستاخی کی حد قرار دیتے ہیں جبکہ احناف اور بعض شوافع گستاخ مسلمان پر حد کفر وارتداد کا حکم لگاتے ہیں لیکن اس پر سبھی متفق ہیں کہ گستاخ رسول کو دی جانے والی یہ سزا ایک شرعی حد ہے۔ لہذا کسی شرعی حد کا استخفاف وتوہین اور استہزاء کرنا، اسے کالا قانون کہنا اور اس کے تحت دی جانے والی سزا کو سخت اور ظالمانہ کہنا صریحاً کفریہ کلمات ہیں جن کا صدور سلمان تاثیر سے ہوا۔ قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر ایسا طرز عمل اختیار کرنے والوں کو منافق اور کافر قرار دیتے ہوئے انہیں دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا۔

اور بے شک اللہ تم پر کتاب میں اُتار چکا یہ کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار اور ان کے ساتھ مذاق کیا جارہا ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو، جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انہی جیسے ہی ہو، بے شک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔ (النساء: ۱۴۰)

۲۔ اللہ ربّ العزت یہ بھی ارشاد فرماتا ہے:

ذلک لتؤمنوا باللہ ورسولہ، وتلک حدود اللہ، وللکفرین عذاب الیم

یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (سورۃ المجادلۃ: ۴)

اس آیت مبارکہ کے تحت تمام جلیل القدر مفسرین نے تصریح کی ہے کہ یہاں کافر سے مراد وہ لوگ ہیں جو حدود اللہ کو قبول نہیں کرتے اور اللہ کی مقرر کردہ حدوں کی جگہ دوسری حدیں مقرر کر لیتے ہیں یا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حدود اللہ سے تجاوز کرتے ہیں اور ان پر عمل نہیں کرتے یا ان کا انکار کرتے ہیں اور ان حدود پر جھگڑا کرتے ہیں۔

اس سے اگلی آیت (۵) کے تحت علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کی مقرر کردہ حدود کے سوا دوسری حدیں خود وضع کر لیتے ہیں یا دوسروں کی وضع کردہ حدود کو اختیار کرتے ہیں۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیضاوی کی اس تفسیر سے اتفاق کرتے ہوئے شیخ الاسلام سعد اللہ چلپی کا یہ قول نقل کیا ہے:

ففیہ وعید عظیم للملوک وأمرا السوء الذین وضعوا امورا أخلاف ما حدہ الشرع وسموھا الیسا والقانون۔

اس آیت میں ان بادشاہوں اور حکام سوء کے لیے سخت وعید ہے جنہوں نے شریعت کی مقرر کردہ حدود کے خلاف بہت سے احکام وضع کر لیے ہیں اور ان کا نام قانون رکھا ہے۔ (روح المعانی: ۳۰۱/۲۸)

پھر علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالی شرعی قوانین کے مقابلے میں وضعی قوانین کی حیثیت پر مفصل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لا شک فی کفر من یستحسن القانون و یفضلہ علی الشرع و یقول: ھو اوفق بالحکمۃ و اصلح للأمۃ، و یتمیز غیظاً و یتقصف غضباً اذا قیل لہ فی امر: امر الشرع فیہ کذا کما شاھدنا ذلک فی بعض من خذلھم اللہ۔

اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے جو (انسان کے وضع کردہ) قانون کو مستحسن اور شریعت کے مقابلہ میں افضل قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ زیادہ حکیمانہ اور قوم کے لیے زیادہ مناسب و موزوں ہے اور جب کسی معاملہ میں اس سے کہا جائے کہ شریعت کا حکم اس کے بارے میں یہ ہے تو اس پر غصے میں بھڑک اٹھتا ہے جیسا کہ ہم نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے جن پر اللہ کی پھٹکار پڑی ہوئی ہے۔ (روح المعانی: ۳۰۲/۲۸)

۳۔ ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ۔

اگر آپ ﷺ ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے۔ تم فرماؤ، کیا اللہ اس کی آیتوں اور اسکے رسول سے ہنستے ہو؟ بہانے نہ بناؤ، تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد، اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کریں تو دوسرے گروہ کو عذاب دیں گے اس لئے کہ وہ مجرم تھے۔ (التوبہ: ۶۵، ۶۶)

امام عمر نسفی رحمہ اللہ تعالی توہین شریعت کے بارے میں فرماتے ہیں:

و الاستھانۃ بھا کفر و الاستھزاء علی الشریعۃ کفر۔

اور شریعت کی توہین کرنا اور شریعت کا مذاق اُڑانا کفر ہے۔ (العقائد النسفیۃ: ۱۶۸)

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ تعالی نے اس کی شرح میں لکھا:

لان ذلک من امارات التکذیب۔

کیونکہ یہ چیز تکذیب و جھٹلانے کی علامات میں سے ہے۔ (شرح العقائد النسفیۃ: ۱۶۸)

ہٹ دھرمی یا ذاتی پسند اور ناپسند یا اہل کفر کو خوش کرنے کے لیے قرآن حکیم کے کسی حکم کو نہ ماننا اور اسے کالا قانون قرار دینا اور اس قانون کے تحت ملنے والی سزا کو سخت اور ظالمانہ قرار دینا اور اس قانون کو غیر مؤثر بنانے کے درپے ہو جانا نہ صرف شریعت کا استخفاف ہے بلکہ کتاب و سنت کے احکام میں جدال کرنے کے زمرے میں بھی آتا ہے جو کہ سراسر کفر ہے۔

ابن نجیم رحمہ اللہ تعالی فتاویٰ بزازیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وفی البزازیۃ قیل قلم الاظفار سنۃ فقال لا افعل و ان کان سنۃ کفر۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے ایک شخص سے کہا گیا کہ ناخن تراشنا سنت ہے۔ اس نے کہا میں نہیں تراشوں گا اگرچہ سنت ہے، تو یہ کہنے والا شخص کافر ہو جائے گا۔ (فتح الغفار: ۲۵۳)

محیط برہانی میں ہے:

رجل قال مع اخر: کلما کان یاکل رسول ﷺ کان یلحس اصابعہ الثلاث، فقال ذلک الرجل (نعوذ باللہ) ایس بی ادبی است، فھذا کفر۔۔۔ رجل قال لاخر: احلق رأسک و قلم اظفارک فان ھذا سنۃ رسول ﷺ فقال ذلک الرجل لا افعل و ان کان سنۃ فھذا کفر۔ لانہ قال ذالک علی سبیل الانکار و الرد و کذا فی سائر السنن خصوصاً فی سنۃ معروفۃ و ثبوتھا بالتواتر کالسواک وغیرہ۔

ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کھانے کے بعد اپنی تینوں انگلیاں مبارکہ چاٹ لیا کرتے تھے اس پر اس شخص نے کہا (نعوذ باللہ) یہ خلاف آداب ہے تو یہ کفر ہے۔۔۔ اسی طرح ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اپنا سر منڈوا دو یا اپنے ناخن کاٹ لو یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اس پر دوسرے شخص نے کہا: میں یہ کام نہیں کروں گا اگرچہ یہ سنت ہو۔ یہ کفر ہے کیونکہ اس نے یہ بات انکار اور رد کے طور پر کہی ہے یہی حکم تمام سنتوں کا ہے جو معروف ہیں اور جن کا ثبوت تواتر سے ہے جیسے مسواک وغیرہ۔ (المحیط البرھانی: ۷/۴۰۸)

کفر و ارتداد اختیار کرنے والے کا حکم بھی ہم نے اوپر بیان کر دیا ہے کہ وہ اگر توبہ نہ کرے تو واجب القتل ہے۔

تیسرے سوال کا جواب:

اسی طرح عقیدہ ختم نبوت نصوص صریحہ اور دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اس کا انکار کرنا بھی کفر ہے

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے ۔(الاحزاب: ۴۰: ۳۳)

حضور ﷺ کے متعدد ارشادات بھی اس عقیدہ پر نصوص صریحہ کا درجہ رکھتے ہیں مثلاً ارشاد نبوی ﷺ ہے:

انا خاتم النبیین

میں آخری نبی ہوں۔(مسلم: کتاب الفضائل: باب ذکر کونہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم خاتم النبیین)

معروف حنفی فقیہ شیخ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

اذا لم یعرف ان محمد ﷺ اخر الانبیاء فلیس بمسلم و لانہ من الضروریات۔

جب کوئی یہ نہیں جانتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہوگا کیونکہ یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے۔ (الاشباہ والنظائر: ۹۱/۲)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

اذا لم یعرف الرجل آن محمدا ﷺ آخر الانبیاء (علیھم و علی نبینا السلام) فلیس بمسلم، کذا فی الیتیمہ۔

جب کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہوگا اسی طرح یتیمہ میں ہے۔

(الفتاویٰ الھندیہ: ۳۶۳/۲)

امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالی نے عقیدۂ ختم نبوت پر اجماع نقل کرتے ہوئے لکھا:

اعلم ان الاجماع قد انعقد علی انہ خاتم المرسلین کما انہ خاتم النبیین۔

جان لو اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ خاتم المرسلین ہیں جیسا کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔(الیواقیت والجواہر: ۲۳۹/۲)

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

و کذا مخالفۃ او انکار ما اجمع علیہ بعد العلم بہ لان ذلک دلیل علی ان التصدیق مفقود۔

اور اسی طرح اجماع کی مخالفت کرنا یا کسی منع کے بارے میں یہ جان لینے کے بعد کہ اس پر اجماع ہو چکا ہے، کا انکار کر دینا۔ یہ کفر ہے کیونکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایسا شخص در حقیقت (قرآن و سنت کی) تصدیق نہیں کرتا۔(رد المحتار: ۳۴۳/۶)

کتاب وسنت اور فقہائے کرام کے مذکورہ اقوال سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ عقیدہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے اور جو کوئی بھی اس کا انکار کرے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ نبی کریم ﷺ کی خاتمیت کا انکار قطعاً کفر ہے اور اس بات کے کفر ہونے میں شک کرنا بھی کفر ہے۔

چنانچہ سلمان تاثیر جو اپنی بیٹی کی گواہی کے مطابق قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی شق کے خلاف تھا اور اسے ختم کرانے کے درپے تھا وہ دراصل نہ تو عقیدہ ختم نبوت کو ماننے والا تھا اور نہ ہی وہ قادیانیوں کو عقیدہ ختم نبوت کے انکار کی بنا پر کافر مانتا تھا۔ لہذا اس کا یہ عمل بلاشبہ اس کے کفر صریح پر دلالت کرتا ہے اور کفر وارتداد اختیار کرنے والے کا حکم ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ وہ توبہ نہ کرنے کی صورت میں واجب القتل ہے۔

چوتھے سوال کا جواب:

اس کے بیٹے آتش تاثیر نے اس کے بارے میں جو یہ لکھا ہے کہ وہ رات بھر شراب نوشی کرتا تھا اور خنزیر بھی کھاتا تھا تو ان افعال سے اس وقت تک کفر ثابت نہیں ہوتا جب تک ان افعال کا مرتکب انہیں حلال مان کر ان کا ارتکاب نہیں کرتا۔ اگر کوئی شخص شراب پیتا ہو اور خنزیر کا گوشت کھاتا ہو لیکن یہ بھی سمجھتا ہو کہ ان کا استعمال شریعت اسلامیہ میں حرام ہے تو ایسے شخص پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جا سکتا البتہ اگر وہ یہ سب کچھ شریعت کے استخفاف کی وجہ سے یا حرام کو حلال سمجھ کر کرتا ہے یا فرائض کا انکار کر کے نماز اور روزہ ترک کرتا ہے تو اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا۔ بصورت دیگر یعنی امر شرعی کو بلا عذر ترک کرنے اور شریعت کے بیان کردہ محرمات سے بلا عذر اجتناب نہ کرنے پر اسے فاسق کہا جائے گا

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالی حرام امور کو حلال جان کر ان سے نہ رکنے والے کے بارے میں فرماتے ہیں:

من انکر حرمة الحرام المجمع علی حرمته او شک فیها أی یستوی الأمر فیها کا لخمر و الزنا و اللواطة و الربا أو زعم ان الصغائر و الکبائر حلال کفر ۔۔۔ومن استحل حراما و قد علم تحریمه فی الدین :أی ضرورة کنکاح المحارم أو شرب الخمر أو أکل المیتة و الدم و لحم الخنزیر ۔۔۔۔۔ان استعمل مستحلا کفر و الا لا فان ارتکب من غیر استحلال فسق و فی الفتاوی الصغریٰ: من قال الخمر حلال کفر۔

جس نے ایسے حرام کو حلال جانا جس کا ضروریات دین میں سے ہونا ثابت ہو جیسے محارم سے نکاح کرنا یا شراب پینا یا مردار، خون اور خنزیر کھانا، اگر اس نے ان اشیاء کو حلال جان کر استعمال کیا تو کافر ہو جائے گا ورنہ نہیں اگر اس نے ان حرام کاموں کا ارتکاب انہیں بغیر حلال جانے کیا تو اس صورت میں وہ فاسق ہو گا اور فتاویٰ صغریٰ میں ہے جس نے کہا کہ شراب حلال ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ (شرح الفقہ الاکبر: ۱۸۸)

فرض کے حکم کے بارے میں امام سرخسی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وحکم هذا القسم شرعاً انه موجب للعلم اعتقاداً باعتبار انه ثبت بدليل مقطوع به ولهذا يكفر۔ (اصول السرخسی ۱/۱۱۱)

اس قسم کا شرعاً حکم یہ ہے کہ فرض علم کو اعتقاداً واجب کرتا ہے کیونکہ اس کا ثبوت دلیل قطعی سے ہوتا ہے اسی لئے اس کا انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے

لہذا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ نماز کا بلا عذر ترک استخفاف شریعت کی وجہ سے کرتا تھا یا وہ ان کی فرضیت کے حوالے سے شک میں مبتلا تھا یا ان کی فرضیت کا انکاری تھا تو اس پر کفر کا فتویٰ نہیں لگانا چاہیے یہی معاملہ شراب پینے اور خنزیر کا گوشت کھانے کے حوالے سے ہے۔

البتہ اس کے بیٹے آتش تاثیر کی گواہی کے مطابق قرآن حکیم کے بارے میں اس کا یہ کہنا کہ میں نے اسے پیچھے سے لے کر آگے تک کئی بار پڑھا اور یہی محسوس کیا کہ اس میں میرے لیے کچھ نہیں ہے یہ سراسر قرآن حکیم کا استخفاف اور انکار ہے اور یہ صریح کفر ہے جیسا کہ ہم نے اوپر واضح کر دیا ہے۔

لہذا درج بالا سطور سے یہ بات پایہء ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ توہین رسالت کے علاوہ بھی وہ متعدد وجوہ کفر کی بنا پر کافر اور اسلام سے خارج ہو چکا تھا جن میں استخفاف شریعت، قرآن حکیم میں شک کرنا، کتاب و سنت کے صریح احکام پر جدال کرنا، عقیدۂ ختم نبوت کے منکرین کو کافر نہ ماننا اور ان سے موالات کرنا اور انہیں کافر قرار دینے والی دستوری شق ختم کرانے کے درپے ہو جانا اور عقیدۂ ختم نبوت کا در پردہ انکار کرنا اور رضا بالکفر شامل ہیں۔ گستاخی رسول ﷺ اور ان وجوہ کفر کی بنا پر وہ مباح الدم اور واجب القتل ہو چکا تھا۔

پانچویں سوال کا جواب:

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ سلمان تاثیر جو کفر و ارتداد اور گستاخی رسول ﷺ کے ارتکاب پر مباح الدم ہو چکا تھا ،اسے ممتاز حسین قادری نے از خود اقدام کرتے ہوئے ماورائے عدالت قتل کر دیا تو کیا ممتاز حسین قادری کو اسلام کے قانون قصاص و دیت کے تحت کوئی سزا دی جا سکتی ہے یا تعزیری طور پر بھی وہ از روئے شرع کسی سزا کا مستوجب ہے؟ اور از روئے شرع ممتاز حسین قادری کا یہ فعل کیسا ہے؟

اس سلسلہ میں کتاب و سنت کی واضح تصریحات موجود ہیں کہ اہانت رسول کا ارتکاب کرنے والے مباح الدم شخص کو اگر کوئی ماورائے عدالت بھی قتل کرے تو قاتل کے لیے کوئی قصاص یا سزا نہیں ہے کیونکہ حضور ﷺ نے ایسے ملعون کے خون کو رائیگاں قرار دیا ہے بارگاہ نبوت میں ایسے ملعونین کو از خود اقدام کرتے ہوئے قتل کرنے کے متعدد مقدمات حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیے گئے۔ بعض مقتولین کے ورثا کی طرف سے دیت کا مطالبہ بھی کیا گیا لیکن زبان نبوت نے ایسے ملعونین کے خون کو رائیگاں قرار

دیدیااور قتل کرنے والوں کو نہ تو قانون قصاص ودیت کے تحت کوئی سزادی اور نہ ہی ان پر کوئی تعزیری سزانافذ فرمائی حتی کہ انہیں تنبیہ تک بھی نہ فرمائی بلکہ بعض مقدمات میں توایسے ملعون کو جہنم واصل کرنے والوں کی تحسین فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں متعدد واقعات پر حضور ﷺ کی گستاخی کرنے والوں اور آپ کو ایذا پہنچانے والوں کو قتل کرنے کا حکم دیا جیسا کہ اوپر سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۶۱، ۵۷، ۶۲ کے تحت بیان کیا گیا ہے اس کے علاوہ سورۃ التوبہ کی آیت ۱۳ تا ۱۵ پھر سورۃ المائدہ کی آیت ۳۳ ان ملعونین کے قتل کیے جانے پر صریحاً دلالت کرتی ہیں۔

یہ ارشاد باری تعالیٰ بھی ملاحظہ ہو:

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ۔

اور اگر عہد کر کے اپنی قسمیں توڑیں اور تمہارے دین پر طعن کریں تو کفر کے سرغنوں کو قتل کرو۔ بیشک ان کی قسمیں کچھ نہیں اس امید پر کہ شاید وہ باز آئیں۔ (التوبۃ: ۱۲)

کتب احادیث میں متعدد ایسے واقعات نقل ہوئے ہیں جن میں کسی شاتم یا شاتمہ کو از خود اقدام کرتے ہوئے ماورائے عدالت جہنم واصل کیا گیا تو حضور ﷺ نے ان شاتمین کو قتل کرنے والوں کو قصاصاً قتل کرنا یا تعزیری سزادینا تو درکنار آپ ﷺ نے انہیں زجر وتوبیخ اور معمولی تنبیہ تک بھی نہ فرمائی۔ تقریباً تمام معتبر کتب تفاسیر میں یہ واقعہ نقل ہوا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس منافق کو قتل کر دیا تھا جو حضور ﷺ فیصلے پر مطمئن نہیں ہوا تھا اور اپنا معاملہ ان کی خدمت میں لے آیا تھا۔ مندرجہ ذیل کتب تفاسیر ملاحظہ ہوں:

تفسیر ابن ابی حاتم، تفسیر ابن مردویہ، تفسیر ابن دحیم، تفسیر طبری، تفسیر کشاف، تفسیر کبیر، تفسیر مظہری، در منثور، تفسیر ابن کثیر

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی تنقیص کرنے والے بدبخت کو ماورائے عدالت جہنم واصل کرنے کا جو اقدام فرمایا اس کی تائید وتصویب وحی الٰہی نے فرمادی۔

تفسیر الدر المنثور میں منقول ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس منافق کو قتل کرنے کے بعد فرمایا:

هكذا اقضى بين من لم يرض بقضاء رسول الله فاتى جبريل رسول الله ﷺ فقال: ان عمر قد قتل الرجل و فرق الله بين الحق و الباطل على لسان عمر۔ فسمى الفاروق۔

اس (بظاہر مسلمان) کے بارے میں جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو تسلیم نہ کرے میرا فیصلہ یہی ہے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انہیں بتایا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کی زبان سے حق اور باطل کا فیصلہ کر دیا ہے اس بناپر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت فاروق کا نام دیا گیا۔ (تفسیر الدر المنثور: ۵۸۶/۲)

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس منافق کا سر قلم کیا تو اس کے ورثا اپنا مقدمہ لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں فیصلے کے لیے حاضر ہوئے۔ وحی الٰہی چونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کی تائید اور تصویب کر چکی تھی اسے لیے حضور ﷺ نے شتم رسول کی بناپر اس مقتول کے خون کو رائیگاں قرار دیا اگرچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے ماورائے عدالت ہی قتل فرمایا تھا۔

اسی طرح اسد الغابہ، جلد ۴ صفحہ ۲۸۷ میں منقول ہے کہ ایک صحابی نے اپنے والد کو حضور ﷺ کو نازیبا کلمات کہنے پر ماورائے عدالت قتل کر دیا تھا لیکن حضور ﷺ پر اس صحابی کا یہ اقدام ہر گز گراں نہ گزرا۔ امین الامت اور عشرہ مبشرہ میں شامل حضرت عبیدہ بن جراح نے بھی اپنے والد کو اس لیے قتل کر دیا تھا کہ وہ حضور ﷺ کو سب و شتم کرتا تھا۔ یہ واقعہ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے المجموع، جلد ۹، صفحہ ۲۹۵ میں نقل کیا ہے۔

یہاں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ جب صحابہ کی یہ سنت ہے کہ وہ والد جسے قریب ترین رشتہ دار گستاخ سے بھی رعایت نہ فرماتے پھر غیرت ایمانی سے سرشار محافظ ممتاز حسین قادری بھلا ملعون سلمان تاثیر سے کیسے رعایت کر سکتا تھا خواہ وہ اسی کی حفاظت پر ہی مامور کیوں نہ تھا شاتم کو جہنم واصل کرنے کے لیے حکمت عملی وضع کرنا اور تدبیر کرنا بھی صحابہ رضی اللہ عنہ کی وہ سنت ہے جیسے حضور ﷺ کی تائید حاصل ہے۔ بخاری شریف کی روایت کے مطابق جب حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے ارشاد پر شاتم رسول کعب بن اشرف کو ٹھکانے لگانے کا عزم کیا تو حضور ﷺ سے اجازت چاہی کہ میں (حکمت عملی اور تدبیر) کے طور پر کعب بن اشرف کو اعتماد میں لینے کے لیے آپ کے بارے میں کچھ تعریضی کلمات کہہ لوں تو حضور ﷺ نے انہیں ایسا کرنے کی اجازت دیدی تھی۔

واقدی نے المغازی میں جلد ۱، صفحہ ۱۶۱ پر عصماء بنت مروان خطمی کے قتل کا واقعہ بیان کیا ہے جو حضور ﷺ کی گستاخی کرتی تھی اور آپ کے خلاف ہجویہ اشعار کہتی تھی۔ نابینا صحابی حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ نے اسے راتوں رات قتل کر ڈالا جب صبح نماز فجر میں ان کی ملاقات حضور ﷺ سے ہوئی تو حضور ﷺ نے ان سے اس واقعہ کے بارے میں پوچھا اور انہوں نے اعتراف کیا کہ انہوں نے اس شاتمہ کو مار ڈالا ہے۔

وَخَشِيَ عُمَيْرٌ أَنْ يَكُونَ افْتَاتَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِهَا، فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ فِي ذَلِكَ شَيْءٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ لَا يَنْتَطِحُ فِيهَا عَنْزَانِ فَإِنَّ أَوَّلَ مَا سَمِعْتُ هَذِهِ الْكَلِمَةَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَنْ حَوْلَهُ فَقَالَ

إِذَا أَحْبَبْتُمْ أَنْ تَنْظُرُوا إِلَى رَجُلٍ نَصَرَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ بِالْغَيْبِ فَانْظُرُوا إِلَى عُمَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ انْظُرُوا إِلَى هَذَا الْأَعْمَى الَّذِي تَشَدَّدَ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ. فَقَالَ لَا تَقُلْ الْأَعْمَى، ولكنه البصير۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ ڈر گئے کہ اس قتل پر نبی کریم ﷺ باز پُرس کریں گے۔ چنانچہ عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا اس قتل کی وجہ سے مجھ پر کوئی شے (سزا) ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کے معاملے میں تو دو بکریوں کے سینگ بھی نہیں ٹکرائیں گے (یعنی کوئی باز پُرس نہیں ہو گی) راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ الفاظ (دو بکریوں کے سینگ بھی نہیں ٹکرائیں گے) پہلی دفعہ رسول اللہ ﷺ سے سنے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا اگر تم پسند کرتے ہو کہ ایسے شخص کی طرف دیکھو کہ جس نے پیٹھ پیچھے اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی ہے تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بولے اس اندھے کو دیکھو جو اللہ کی اطاعت میں کتنا متشدد ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کو اندھا نہ کہو بلکہ یہی تو بصارت والا ہے۔ (المغازی للواقدی: ۱/۱۶۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس واقعہ سے چند پہلو خوب واضح ہو جاتے ہیں:

(i) حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کے شاتمہ عصماء بنت مروان کے ماورائے عدالت قتل پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس پر دو بکریوں کے سینگ بھی نہیں ٹکرائیں گے۔ جس کا مطلب ہے کہ اس ملعونہ کے قتل پر حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ سے کوئی مؤاخذہ یا باز پرس نہ ہو گی۔

(ii) حضور ﷺ نے حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کے اس ماورائے عدالت اقدام قتل کو اللہ اور اس کے رسول کی غیبی مدد قرار دیا۔

(iii) حضور ﷺ نے حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کو نابینا ہونے کے باوجود بصارت والا کہہ کر ان کی تحسین فرمائی بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تنبیہ فرمائی کہ انہیں نابینا نہ کہیں۔

اگر اس شاتمہ کو ماورائے قانون قتل کرنا کوئی جرم ہوتا تو حضور ﷺ اس واقعہ پر حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کی تحسین نہ فرماتے اور نہ ہی ان کے اس اقدام کو اللہ اور اس کے رسول کی غیبی مدد قرار دیتے۔

اسی طرح سنن ابی داؤد، جلد ۲، صفحہ ۲۳۴ میں دو ایسے ہی واقعات منقول ہیں پہلے واقعہ میں نابینا صحابی نے اپنی لونڈی کو اور دوسرے واقعہ میں ایک صحابی نے ایک یہودی عورت کو حضور ﷺ کو سب و شتم کرنے کی بنا پر قتل کر دیا تھا۔ حضور ﷺ نے دونوں کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔

اسی طرح حضور ﷺ نے حضرت عمیر بن امیہ رضی اللہ عنہ کی اس مشرکہ بہن کے خون کو بھی رائیگاں قرار دیا جس کو انہوں نے حضور ﷺ کی اہانت اور گستاخی کی بناپر ماورائے عدالت قتل کر دیا تھا۔ تفصیلی واقعہ المعجم الکبیر، جلد ۱۷، صفحہ ۶۴ میں منقول ہے۔

مذکورہ تینوں واقعات میں حضور ﷺ نے گستاخی کرنے والی عورتوں کے خون کو ماورائے عدالت قتل کے بعد رائیگاں اور باطل قرار دے دیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ شاتم کے قاتل پر نہ تو قصاص ہے نہ دیت۔

فقہائے کرام نے بھی اس مسئلہ کو واضح کر دیا ہے کہ جو شخص شرعاً واجب القتل اور مباح الدم ہو اگر کوئی دوسرا شخص اسے از خود قتل کر دے تو اس قتل کرنے والے پر کوئی قصاص یا دیت لازم نہیں آئے گی کیونکہ دیت اور قصاص آدمی کی عزت اور جان کی حرمت کی وجہ سے لازم ہوتے ہیں۔ گستاخ اور مرتد کی کوئی عزت اور جان کی کوئی حرمت نہیں ہوتی اسی لیے شریعت اسے مباح الدم قرار دیتی ہے اور ایسے مباح الدم کو ماروائے عدالت قتل کرنے والے پر کوئی قصاص یا دیت لازم نہیں آتی۔ اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مذکورہ متعدد فیصلے ہیں۔

۱۔ معروف حنفی فقیہ امام سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنْ قَتَلَ حَلَالَ الدَّمِ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ كَمَنْ قَتَلَ مُرْتَدًّا۔

جس شخص نے حلال الدم (جس کو قتل کرنا جائز ہو) کو قتل کیا اس پر کوئی شئ نہیں (کوئی سزا نہیں) جیسا کہ کوئی شخص مرتد کو قتل کر دے۔ (المبسوط: ۱۲۱/۶)

۲۔ شوافع کا موقف ملاحظہ فرمائیں:

لَوْ قَتَلَ اَلْمُسْلِمُ مُرْتَدًّا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ شَيْءٌ۔

اگر کوئی مسلمان کسی مرتد کو قتل کر دے تو اس قاتل پر کوئی الزام نہیں۔ (الأم: ۶۶/۶)

۳۔ **اَلثَّانِيْ: عِصْمَةُ الْمَقْتُوْلِ بِاَنْ لَّا يَكُوْنَ مُهْدَرَ الدَّمِ فَلَا كَفَّارَةَ وَلَا دِيَةَ عَلٰى قَاتِلِ حَرْبِيٍّ اَوْ مُرْتَدٍ اَوْ زَانٍ مُحْصَن**

(قصاص اور دیت کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ مقتول معصوم ہو اور مھدر الدم نہ ہو پس حربی، مرتد یا شادی شدہ زانی کے قاتل پر نہ کفارہ ہے نہ دیت ہے (کیونکہ یہ مھدر الدم ہیں)۔ (منار السبیل: ۲۱۸/۲، باب شروط القصاص فی النفس)

امام عبد القاہر بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ مرتد کو قتل کرنے والے پر کوئی قصاص یا دیت نہیں ہے

و اجمعوا علی انه لا یحل ذبیحة المرتد و لا نکاحه و لا دیة و لا قصاص علی قاتله۔

اور اس پر اجماع ہے کہ نہ مرتد کا ذبیحہ حلال ہے اور نہ اس کا نکاح جائز ہے اور اسے قتل کرنے والے پر دیت اور قصاص نہیں ہے۔

(کتاب اصول الدین: ۳۲۸)

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے مذکورہ بالا فیصلوں اور فقہائے کرام کی تصریحات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ممتاز حسین قادری کا سلمان تاثیر کو از خود قتل کرنا شریعت اسلامیہ کے مطابق ایسا فعل نہیں ہے جس پر اس سے قصاص یا دیت کا تقاضا کیا جاسکے یا اسے کوئی تعزیری سزا دی جاسکے بلکہ اسے باعزت بری کیا جانا ہی شریعت اسلامیہ کا تقاضا ہے کیونکہ سلمان تاثیر شتم واہانت رسول اور کفر وارتداد کے باعث مباح الدم ہو چکا تھا اور اس کا خون رائیگاں ہو چکا تھا۔ لہذا انسداد دہشت گردی کی عدالت نے ممتاز حسین قادری کو سزائے موت دینے کا جو فیصلہ یکم اکتوبر 2011ء کو سنایا ہے وہ کتاب وسنت کی رو سے سراسر غلط اور ناانصافی پر مبنی ہے۔

یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ جب بھی کسی عدالت کے روبرو شاتم رسول ﷺ کو ماورائے عدالت قتل کرنے کا مقدمہ پیش ہو تو اسے سب سے پہلے یہ تحقیق کرنی چاہیے کہ مقتول نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا تھا یا نہیں، اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مقتول نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا تھا تو وہ مباح الدم قرار پائے گا۔ اگر ایسے شخص کو ماورائے عدالت بھی قتل کر دیا جائے تو قتل کرنے والے پر کوئی سزا نہیں نہ قصاصاً نہ تعزیراً، البتہ اس کے برعکس یہ ثابت ہو جائے کہ مقتول نے گستاخی رسول ﷺ کا ارتکاب نہیں کیا تھا تو قاتل کو اس قتل ناحق پر سزائے موت دی جائے گی اور یہ اس نوعیت کی سزا ہے جو قتل ناحق پر کسی بھی قاتل کو دی جاتی ہے۔

زیر غور معاملہ کا ایک انتہائی اہم پہلو یہ بھی ہے کہ سلمان تاثیر چونکہ گورنر تھا اس لیے آئین پاکستان کی رو سے اس کے خلاف c295 کے تحت فوجداری مقدمہ قائم نہیں ہو سکتا تھا۔ آئین کے آرٹیکل 248 کی ذیلی دفعات (2,3) کے تحت صدر اور گورنر کو یہ استثنیٰ (Immunity) حاصل ہے کہ ان کے عہدے کی میعاد کے دوران ان کے خلاف نہ تو کوئی فوجداری مقدمہ قائم ہو سکتا ہے اور نہ ہی کسی بھی عدالت سے ان کی گرفتاری یا قید کے لیے حکم جاری ہو سکتا ہے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ تھانہ سول لائینز میں اس کے خلاف ایف آئی آر درج کرانے کے لیے درخواست بھی دی گئی تھی لیکن متعلقہ حکام نے اسے حاصل مذکورہ دستوری استثنیٰ کی بنا پر اس کے خلاف مقدمہ درج نہیں کیا تھا۔

(ملاحظہ ہو: روزنامہ نوائے وقت، ایکسپریس، جنگ لاہور مؤرخہ 8 اکتوبر 2009ئ)

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آئین پاکستان نے خود سلمان تاثیر کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا راستہ مسدود کر دیا تھا اندریں صورت حکومت کی ذمہ داری تھی کہ وہ معاملہ کی نزاکت کو بھانپ کر اسے معزول کر دیتی تاکہ اس کے خلاف قانونی کارروائی عمل میں لائی جاسکتی کیونکہ شرعی نکتہ ء نظر سے ہٹ کر بھی اس نے درج ذیل قابل گرفت افعال کا ارتکاب کیا تھا:

۱۔اس نے اس قانون کو کالا قانون قرار دیا تھا جو ملک میں رائج اور نافذ العمل تھا جسے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے پر پارلیمنٹ کی منظوری سے رائج کیا گیا تھا۔ صوبے کے آئینی سربراہ ہونے کی حیثیت سے اس کا یہ اقدام قابل گرفت تھا کیونکہ اس کا وظیفہ قانون کی پاسداری اور تحفظ تھا نہ کہ قانون شکنی اور قانون کے خلاف بغاوت اور اپنے ہی ملک کی عدالتوں اور قانون ساز اداروں کی توہین۔

۲۔اس نے مجاز عدالت سے ملک میں رائج قانون کے تحت سزا یافتہ مجرمہ کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتے ہوئے اس کی سزا کو ظالمانہ اور سخت قرار دیا اس کا یہ اقدام توہین عدالت کے ساتھ ساتھ قانون کی پاسداری کے تصور کے بھی خلاف تھا۔

۳۔اس نے اپنے اقدامات سے اس حلف کی بھی خلاف ورزی کی جو اس نے گورنر کا منصب سنبھالتے ہوئے اُٹھایا تھا۔

یہ بات ظاہر ہے کہ سلمان تاثیر نے اس حلف کی مذکورہ دفعات کی پاسداری کرنے کی بجائے حلف شکنی کا ارتکاب کیا۔ قانون کے مطابق کسی سے انصاف کرنا تو درکنار اس نے اپنے ملک کے رائج قانون کو ہی کالا قانون قرار دے دیا اور قانون کے مطابق کیے گئے عدالتی فیصلے کو بھی اپنے قدموں تلے روند ڈالا۔ اس نے سزا یافتہ شاتمہ کے ساتھ اپنے حلف کی خلاف ورزی بھی کی اور یہ اقدام اپنے مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے کیا جس کا اظہار اس نے اپنے ایک انٹرویو میں برملا کر دیا تھا:

(Youtube Salman taseer live with meher Bukari in News beat SAMA T.V 11.1.2001)

ملک میں رائج ایک اسلامی قانون کو کالا قانون کہہ کر اس نے اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے حلف کے ساتھ سنگین مذاق کیا۔ اس طرح وہ ذاتی اغراض کی خاطر اپنے سرکاری منصب اور اس کے تقاضوں کو نبھانے سے بھی عملاً روگرداں ہوا۔

لیکن ان حالات میں حکومت نے مجرمانہ غفلت کرتے ہوئے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی اور وہ اپنے منصب پر قائم رہ کر پاکستان کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح کرتا رہا۔ اگر حکومت ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے اسے اس کے منصب سے الگ کر دیتی تو صورت حال بالکل مختلف ہوتی۔

چونکہ پاکستان میں شاتم رسول ﷺ کے ساتھ نمٹنے کے لیے قانونی راستہ موجود ہے اس لیے عام حالات میں کسی بھی شاتم کے خلاف ماروائے عدالت کاروائی کرنے کی بجائے اس سے قانون کے تحت نمٹنا مناسب اور قابل ترجیح ہے۔ سلمان تاثیر کا معاملہ درج ذیل وجوہ کی بنا پر ایک مخصوص معاملہ قرار پاتا ہے:

۱۔ سلمان تاثیر کے گستاخ ہونے پر ملک کے نامور علماء نے فتوے دیے تھے جن کے بعد اس کے گستاخ ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا جبکہ شرعی فتویٰ کے بغیر کسی کو شاتم یا مرتد قرار دینے میں حزم و احتیاط کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ کم از کم ایک عام شخص اپنی دینی معلومات پر

انحصار کرتے ہوئے کسی کے بارے میں یہ رائے قائم نہیں کر سکتا کہ وہ مرتد ہو گیا ہے یا اس نے گستاخی رسالتمآب ﷺ کا ارتکاب کیا ہے الا یہ کہ کفر و گستاخی کے کلمات صریح ہوں۔

۲۔ سلمان تاثیر کے خلاف قانونی کارروائی اسے حاصل دستوری استثنیٰ کی وجہ سے ناممکن تھی لیکن کسی دوسرے شخص کو اگر یہ استثنیٰ حاصل نہ ہو اور اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جا سکتی ہو تو اسے از خود اقدام کرتے ہوئے قتل کرنے کی بجائے ترجیحاً اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا راستہ ہی اختیار کرنا چاہیے۔

۳۔ سلمان تاثیر کی گستاخی کا شہرہ تو پاکستان کے طول و عرض میں پھیل چکا تھا۔ اس نے میڈیا کے ذریعے اپنے گستاخانہ اقوال و افعال کا اظہار کر دیا تھا اس لیے اس کی گستاخی کو ثابت کرنے کے لیے بہت سی شہادتیں موجود تھیں۔ اس کے برعکس اگر کوئی مسلمان کسی شاتم کو موقع پر ہی از خود اقدام کرتے ہوئے قتل کر دے گا تو وہ اپنے دفاع میں شہادتوں کے حصول سے محروم ہو جائے گا جس پر وہ عدالت میں اپنا مقدمہ ثابت نہیں کر سکے گا لہذا اس قانون پر خود عمل کرنے کی بجائے عدالت و قانون کا راستہ اختیار کرنا ہی نسب ہے۔

تلخیص بحث

اس تفصیل سے سائل کے تمام سوالوں کا جواب سامنے آگیا جسے ہم مزید وضاحت کی خاطر تلخیصاً نکات وار درج کرتے ہیں:

۱۔ جو مسلمان نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور مستحق قتل ہوتا ہے۔

۲۔ یہ سزا عدالت ہی کے ذریعے نافذ ہونی چاہیے (خصوصاً اس لیے بھی کہ پاکستان میں اس سلسلے میں قانون موجود ہے)

۳۔ تاہم اگر کوئی مسلمان نبی کریم ﷺ کی محبت سے مغلوب ہو کر حالت اشتعال میں ایسے بدبخت شخص کو قتل کر دے تو وہ مستحق ملامت و سزا نہیں ہے اور عدالت اگر قرائن و شواہد سے اسی نتیجے پر پہنچے کہ قتل کی کوئی دوسری وجہ نہیں ہے تو اسے اس قتل کرنے والے کو بری کر دینا چاہیے۔

۴۔ تاہم اگر کوئی مسلمان اس قانون سے ناجائز فائدہ اٹھائے اور کسی کے خلاف توہین رسالت کا ناجائز مقدمہ درج کرائے تو عدالت کو موجودہ قانونی انتظام کے تحت اسے کڑی سے کڑی تعزیری سزا دینی چاہیے۔

۵۔ اگر کوئی مسلمان کسی کو شاتم رسول ﷺ سمجھتے ہوئے ماورائے قانون از خود اقدام کرتے ہوئے قتل کر دیتا ہے اور عدالت میں یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ مقتول شاتم نہیں تھا تو قاتل کو اس قتل ناحق پر سزائے موت دی جانی چاہیے۔

۶۔اسلام انسانی جان کے احترام کا علمبر دار ہے اور کسی کو بلاوجہ قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا لیکن توہین رسالت کرنے والے کا قتل ایک استثنائی معاملہ ہے جس کا واضح شرعی اور عقلی جواز اور حکمتیں موجود ہیں۔

۷۔واقعات وشواہد سے پتہ چلتا ہے کہ سلمان تاثیر توہین رسالت کا مرتکب ہوا تھا اور واجب القتل تھا یعنی اگر اس کا کیس عدالت میں جاتا تو اسے قتل کی سزا ملنی چاہیے تھی۔[نیز وہ ختم نبوت کا منکر تھا اور استخفاف وتوہین شریعت کا بھی مجرم تھا اور آسیہ مسیح کے کفر پر راضی ہوا تھا یہ تمام وجوہ شرعاً اسے مباح الدم بناتی ہیں لیکن ملکی قانون اسے سزا دینے میں رکاوٹ تھا لہٰذا نبی کریم ﷺ کی محبت سے مغلوب ہو کر غازی ممتاز حسین قادری نے اسے قتل کر دیا۔اسلامی تعلیمات کی رو سے غازی ممتاز حسین قادری نہ مستحق سزا ہیں اور نہ حقدار ملامت۔

۸۔ماتحت عدالت نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ غازی ممتاز حسین قادری نے جو کچھ کیا وہ اسلامی لحاظ سے درست تھا(گویا عدالت کا کہنا یہ ہے کہ مقتول سلمان تاثیر توہین رسالت کا مرتکب ہوا تھا اور غازی ممتاز حسین قادری نے اسے قتل کیا جو اسلامی لحاظ سے جائز ہے)۔ اس کے بعد غازی ممتاز حسین قادری کو کسی دوسرے (ملکی) قانون کے تحت پھانسی، قید یا جرمانے کی سزا دینا جائز نہیں ہے۔

ھذا من عندنا والعلم عنداللہ (مفتی) محمد خان قادری

بانی وسربراہ جامعہ اسلامیہ لاہور